ڈاکٹر عبدالرشید صاحب پی ایچ ڈی۔ جامعہ کراچی

تحریک روشنیہ اور قیام پاکستان
ایک تحقیقی مطالعہ

تحریک روشنیہ اور اس کے بانی کے بارہ میں مختلف رائے پائی جاتی ہے۔ یہ ایک متنازعہ شخصیت رہی۔ ادارہ الحق کا پیش نظر مقالے سے اتفاق ضروری نہیں بحث و تمحیص سے کئی گوشے کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ اظہار خیال کی دعوت دی جاتی ہے ——— ادارہ

دسویں صدی ہجری کا زمانہ تحریک احیائے دین اور تحریک پاکستان میں بڑی اہمیت کا حامل ہے یہی وہ دور ہے جس میں اگر ایک طرف مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر دین الٰہی کا فتنہ برپا کر کے مسلمانوں کو ایک بڑے امتحان سے دوچار کرتا ہے اور اس دور کے صوفیا اور علماء حق اس کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ تو دوسری طرف سے دہلی سے سینکڑوں میل دور صوبہ سرحد کے صوفیائے کرام نے نہ صرف ان بدعقیدگیوں کا اپنی زبان سے مقابلہ کیا بلکہ تحریک روشنیہ کے مجاہدین نے تلوار کے ذریعے شاہی فوج کے چھکے چھڑا دئے اور اس علاقے کے جیالے مسلمانوں کی بہادری کو جذبہ جہاد میں بدل دیا اور یہ اسی تحریک کی کوشش تھی جو آگے چل کر قیام پاکستان کا سبب بنی۔ لیکن مرکز سے دوری، دشوار گذار علاقوں کے سبب اور پشتو زبان سے عدم واقفیت کی بنا پر ان حضرات کی خدمات کو تاریخ میں وہ مقام نہ دیا گیا جس کے یہ حقدار تھے۔ بالخصوص اس دور کی دو اہم شخصیتوں بایزید انصاری (پیر روشن) اور سید علی ترمذی (پیر بابا) کی خدمات کو یا تو یکسر نظر انداز کر دیا گیا یا پھر ان کے خلفاء کے باہمی جھگڑوں کو بیچ میں لا کر اس تحریک کو پس پردہ ڈال دیا گیا۔

زیر نظر مضمون میں بایزید انصاری کی تحریک پر روشنی ڈالتے ہوئے اور ان کے مخالفین کے عائد کردہ الزامات کا جواب دیتے ہوئے اس تحریک کی اہمیت کو واضح کیا جا رہا ہے۔

تعارف | بایزید انصاری جنہیں پیر روشن بھی کہا جاتا ہے تحریک روشنائی کے بانی تھے۔ آپ کا سلسلہ

ہماری یہ آرزو انگریزوں کی بھلائی یا ان کی خوشامد کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے ملک کی بھلائی اور بہتری کے لئے ہے۔"

یہ بات ایسی تھی کہ مسلمان تو مسلمان، انگریز بھی چونک پڑے کہ سید صاحب کیا فرماتے ہیں۔ دل میں خوش ہوتے ہوں گے کہ ایسا مخلص اور وفادار وکیل انہیں اپنی قوم اور حکومت کا، انقلابِ حکومت میں کا ہے کو ملے گا؟ یہ اسپیچ جب اخبار میں سر ایلفرڈ لفٹیننٹ گورنر کی نظر سے گزری اور اس کے بعد سرسید سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا۔

"تم نے یہ عجیب طرح کی اسپیچ دی تھی؟"

سرسید نے جواب دیا: "شاید عجیب ہو مگر غلط نہیں تھی۔"

جو لوگ سرسید کو بانیانِ آزادی میں شمار کرتے ہیں انہیں سرسید کے ان بیانات و ملفوظات پر غور کرنا چاہئے اور اس پہلو پر بھی نظر ڈال لینی چاہئے کہ حقیقی بانیانِ آزادی اور سر فروشانِ قوم اور رجالِ نثارانِ وطن سلطان ٹیپو، سراج الدولہ اور بہادر شاہ ظفر وغیرہ کے بارے میں ان کے خیالات کیا تھے؟ اور اس کے برعکس غدارانِ وطن جعفر و صادق وغیرہ کی سیرت اور عقل و فراست اور ان کی ملی بہی خواہی کو انہوں نے جو خراجِ تحسین پیش کیا ہے کس سے چھپا ہوا ہے؛ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے مجاہدین کو وہ کون سی گالی ہے جسے سن کر دلی کے شرفا نگاہیں نیچی نہ کریں۔ اور سرسید نے تحریر نہ کر دی ہو — انگریزوں کو استحکام بخشنے کے لئے انہوں نے تحریر و تقریر کی کس صلاحیت کو نہیں آزمایا؟ "لائل محمڈنز" ان کے نزدیک ملک و قوم کی علمی، تعلیمی، سماجی خدمات انجام دینے والے تھے یا ۱۸۵۷ء میں اور بعد میں ملک و قوم کے جذبات کے خلاف انگریزوں کی حکومت کی جڑیں مضبوط کرنے والے ملک و قوم کے غدار تھے؟ ۱۸۹۸ء میں اپنی وفات تک علی گڑھ کالج کے طلبہ میں حریت پسندی کے جذبہ کو دبا دینے کی کوشش میں انہوں نے کون سی کسر اٹھا رکھی تھی؟ دنیا کے اسلامی ممالک خصوصاً ترکی اور منصبِ خلافت سے عقیدت اور رشتۂ اخوتِ اسلامی کا احترام اور اس کے لئے ایثار مسلمانانِ ہند کی ہمیشہ سے ایک خصوصیت رہی ہے۔ سرسید نے اس تعلق کے ایک ایک رشتے کو منقطع کرتے اور صرف ہندوستان کی برٹش حکومت سے مسلمانوں کو اپنے رشتۂ عبودیت استوار کرنے کے لئے عقل و منطق کے کس حربے کو نہیں آزمایا؟ ان عظیم الشان خدمات اور بلند خیالات کے بعد بھی سرسید کو بانیانِ آزادی میں شمار اور آزادی کی تاریخ میں سب سے اونچا مقام دیا جا سکتا ہے؟

جو حضرات سرسید کو نظریہ پاکستان کے بانیوں اور مجاہدینِ آزادی میں شمار کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ان کے متعدد ایسے اقدامات و بیانات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جن سے جغرافیائی بنیاد پر قوم کی تشکیل کے نظریے کی پرزور وکالت کی گئی ہے وہ نہیں سوچتے کہ سرسید کے مستقل افکار، ان کی پوری زندگی اور غلامانہ سیرت کو نظر انداز کر کے بعض جزوی، غیر متعلق اور غیر اہم واقعات سے استدلال کر کے تاریخ پر کتنا بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ وہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ نئی نسل پر جب مطالعہ و تحقیق کی راہیں کھلیں گی اور ان کے قلم کے فریب کا پردہ چاک ہو گا تو وہ ان کے متعلق کیا رائے قائم کرے گی؟

(باقی ص ۳۰ پر)

قاضی خان ۔ لوگ کہتے ہیں کہ تمہارا بیان ہے کہ مجھ پر وحی کے ذریعہ کتاب نازل ہوئی ہے اور اس میں چالیس پارے ہیں ۔

بایزید ۔ مخالفین غلط کہتے ہیں۔ میں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الہامی طریقہ پر میرے دل پر ایک کتاب نازل کی ہے جس کا نام خیرالبیان ہے جس میں چالیس بیانات ہیں جس طرح کہ عبدالقادر جیلانیؒ پر الہامی طور پر غوثیہ نازل ہوئی ۔ عام طور پر لوگ الہام اور وحی میں فرق نہیں سمجھ سکتے ۔ اس لئے اسے وحی کہتے ہیں ۔ اور میرے حاسدین حسد کی بنا پر یہ طعنہ دیتے ہیں کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے[۹]۔

اس گفتگو کے بعد بایزید نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا ۔

"میرا طریقہ اویسیہ ہے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اللہ تعالیٰ نے مجھے کچھ عنایت فرمایا ہے مجھے علم لدنی سے بہرہ ور کیا اور قرآن کے معانی مجھ پر کھول دئے[۱۲]"

قاضی خان اس گفتگو کے بعد بایزید کو مرزا حکیم کے پاس لے کر آئے اور کہا اے مرزا حکیم یہ شخص مرد کامل اور ہے اور حاسدوں نے اس پر اختراع کیا ہے ۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کیا پیر بابا اور ان کے خلیفہ اخوند درویزہ نے ذاتی بنا پر اس تحریک کی مخالفت اس سلسلے میں بڑے وثوق سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اخوند درویزہ اور بایزید کی باہمی مخالفت اس بنا پر نہ بایزید نے اخوند درویزہ کی شخصیت پر کوئی حرف گیری کی تھی یا اس کے ہاتھ سے کوئی تکلیف پہنچی تھی سوال کہ کیا یہ اختلافات مناسب تھے یا نہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ۔ اس سے قبل مسئلہ وحدۃ الوجود اور مخالفین کے درمیان یہ اختلافات رہ چکے ہیں ۔ اور جس طرح بایزید پہلی شخصیت نہ تھی کہ جس نے الوجود کے مسئلہ پر اپنے مسلک کی بنیاد رکھی اسی طرح پیر بابا اور اخوند درویزہ کی مخالفت بھی کوئی نہ تھی ۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ حضرات جو اس عقیدے سے متفق نہ تھے انہوں نے بھی تنقید ادب واحترام کو ملحوظ رکھا ہے ۔

مثلاً حضرت مجدد الف ثانی وحدۃ الوجود کے رد میں فرماتے ہیں ۔

اشیاء صوفیہ کے نزدیک اللہ کے مظاہر ہیں اور یہ بات علماء کو بھی پسند ہے لیکن فرق یہ ہے کہ علماء اس پرہیز کرتے ہیں تاکہ حلول اتحاد کا وہم پیدا نہ ہو ۔ صوفیہ اور علماء دونوں کے خیال میں اشیاء کا وجود ہیں نہیں ہے ۔ صوفیہ اس وجود کو وہم کہتے ہیں کیونکہ زمانہ روح میں یہ حق تعالیٰ کے وجود کے بغیر اور کچھ تھے اور علماء وحدۃ الوجود کے لفظ سے اس لئے کتراتے ہیں تاکہ کوتاہ نظری کے اس پیمانے سے ثواب کے منکر نہ ہو جائیں[۱۳] ۔ اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ابن عربی کے عقیدہ وحدت الوجود

نسب اکتیسویں واسطہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔[۳]

بایزید جالندھر میں پیدا ہوئے (۹۳۱ھ) لیکن آپ کے والد نے ایک پیدائش کے بعد صوبہ سرحد کے علاقہ جنوبی وزیرستان کو ہجرت کی[۳] بایزید نے یہیں پرورش پائی۔ اور تکمیل علم کے بعد لوگوں کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا آپ کی ان کوششوں نے ایک تحریک کی صورت اختیار کرتے ہوئے اس خطے کے مسلمانوں پر اس کے ادبی ثقافتی مذہبی اور سیاسی اثرات چھوڑے۔

روشنیہ تحریک کی بڑھ چڑھ کر مخالفت پیر بابا[۳] اور ان کے خلیفہ[۴] اخوند درویزہ نے کی۔ اخوند درویزہ نے بایزید پر حسب ذیل الزامات عائد کئے :-

"بایزید کا عقیدہ باطنی تھا۔ اپنی اتباع لوگوں کے لئے ضروری قرار دیتا تھا۔ نبوت کا مدعی تھا۔ اپنی کتاب خیر البیان کو الہامی کہتا کہ یہ خدا نے مجھ پر نازل کی ہے۔ اس کی کتابوں میں اکثر احادیث موضوع ہیں۔ اس نے جوگیوں سے عقیدہ تناسخ کا اثر قبول کیا جس میں انسان اپنے اعمال کی بنا پر مختلف جسم بدلتا ہے۔ اور حیوان کی شکل بھی اختیار کر لیتا ہے۔ حشر و نشر کا منکر تھا اور کہتا تھا کہ جو جسم حلال یا حرام میں بڑھے اگر ایک مرتبہ فنا ہو جائے تو دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ اس کے مرید ہو جاتے وہ آخر کار نماز اور نیک اعمال چھوڑ کر لوٹ مار، بدکاری اور علماء کی مخالفت پر اتر آتے"۔[۵]

اخوند درویزہ نے بایزید پر جو الزامات عائد کئے ہیں اگر غیر جانب داری کے ساتھ ان کا جائزہ لیا جائے تو ان کی کوئی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ ان میں سے اکثر الزامات کا جواب بایزید انصاری نے بذات خود اس وقت دیا جب مرزا حکیم حکمران کابل کے کہنے پر قاضی خان نے جو اس وقت کے جید عالم اور صوفی تھے بایزید سے کچھ سوالات کئے ان دونوں حضرات کی گفتگو کچھ اس طرح ہوئی۔

"قاضی خان۔ سنا گیا ہے کہ تم کہتے ہو کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔"[۶]

بایزید۔ "غلط کہتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ مجھ پر الہام ہوتا ہے۔ اور میں غیب کی آواز سنتا ہوں"۔[۷]

"قاضی خان۔ تم وسوسہ و الہام اور آواز رحمانی اور شیطانی میں کس طرح فرق سمجھتے ہو"۔[۸]

بایزید۔ میں الہام و وسوسہ اور ندائے رحمانی اور شیطانی میں حدیث اور مشائخ کے اقوال سے فرق معلوم کرتا ہوں۔ جو ندا اور الہام آیات قرآنی، احادیث اور اقوال مشائخ کے مطابق ہو اسے ندائے رحمانی اور الہام سمجھتا ہوں اور جو آیات قرآنی اور حدیث کے مطابق نہ ہو اسے شیطان مردود کی پناہ مانگتے ہوئے رد کر دیتا ہوں"۔[۹]

کے عوام میں تزکیہ نفس، حسن اخلاق، بلندی سیرت وکردار، تفکر وتعقل اور حصول علم کے جذبات ابھارے اور اس طرح پورے معاشرے میں مذہبی لگن پیدا کی جس کا اثر آج بھی اس خطے میں موجود ہے اور یہاں کی اکثریت صحیح معنوں میں اسلامی اقدار کا نمونہ پیش کرتی ہے۔

ادبی اور ثقافتی اثرات | خیر التوحید، خیر البیان اور فخر الطالبین بایزید کی وہ تصانیف ہیں جن کی وجہ سے عوام اور خواص دونوں میں علمی اور ادبی صلاحیتیں پیدا ہوئیں۔ خاص کر خیر البیان جو پشتو کی سب سے پہلی کتاب ہے۔ جو آج تک پوری ہم تک پہنچی ہے اور پشتو ادب کا سارا سلسلہ بھی اسی کتاب سے شروع ہوتا ہے[۱۸]۔ بلکہ خوشحال خان خٹک نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اس دور کے دیگر علماء اور نقاد بایزید کی خیر البیان کو سمجھ ہی نہیں سکا۔

"اخوند درویزہ نے پیر روشن بایزید انصاری کی خیر البیان کو دیکھا لیکن اس کے مضمون کو نہ سمجھ سکے[۱۹]۔"

بایزید کی ادبی حیثیت کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ خیر البیان میں وہ بیک وقت عربی، فارسی، ہندی اور پشتو کی عبارات کا استعمال کرتے ہیں[۲۰]۔ اس طرح بایزید نے ان تصانیف سے عوام اور خواص دونوں میں علمی اور ادبی صلاحیتیں پیدا کیں۔ تاکہ وہ پشتو زبان میں اپنا سرمایہ چھوڑ جائیں۔ اور یہ ایک مسلم بات ہے کہ جب بھی قومیں اخلاقی اعتبار پر غور کرتی ہیں تو ضرور انہیں ثقافتی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ پشتو موسیقی کا ارتقاء بایزید اور ان کے پیروکاروں ہی کی وجہ سے ہوا۔ ان لوگوں نے پشتو موسیقی میں بنیادی تبدیلی کی۔ اور نئے سُر ایجاد کئے۔ "برصغیر پاک وہند کے شمال مغربی علاقے کے لوگوں کو علم موسیقی کا خزانہ بایزید انصاری کے مرید حاجی محمد کے طفیل ملا[۲۱]۔"

سیاسی اثرات | اگرچہ روشنیہ تحریک ایک خالص دینی تحریک تھی لیکن ایک واقعہ نے اس تحریک کو سیاسی جامہ پہنا دیا۔ اور پھر پوری ایک صدی تک ہندوستان کے حکمرانوں کو اس تحریک کے ختم کرنے میں اپنی پوری قوت استعمال کرنی پڑی۔ اس واقعہ کا ذکر بایزید کی خودنوشت سوانح عمری میں اس طرح کیا گیا ہے۔

ایک قافلہ ہندوستان سے واپس کابل جا رہا تھا کہ راستے میں اس نے پڑاؤ کیا۔ جہاں بایزید کے انتہائی پرجوش مرید رہتے تھے۔ قافلہ والوں کی حرکات وسکنات سے انہوں نے اندازہ کیا کہ یہ لوگ فکر آخرت سے بالکل غافل ہیں۔ جس پر ان مریدوں نے قافلے والوں پر حملہ کرکے ان کا مال ومتاع ضائع کر دیا۔ کابل کی حکومت نے جوابی کارروائی کی اور ان لوگوں کو قتل کرکے ان کے بال بچوں کو گرفتار کرکے کابل لے گئے۔ جس پر بایزید نے کابل کی حکومت سے تحریری احتجاج کیا۔ کابل کی حکومت نے پشاور کے حاکم کی معرفت بایزید کی گرفتاری کا حکم دیا۔ بایزید کا محاصرہ کیا گیا لیکن بایزید محاصرہ توڑ کر تیرہ کی پہاڑیوں میں چلے گئے اور اس پہلے معرکے

کار دکیا ہے لیکن علمی طریقہ سے اخوند درویزہ کی طرح سخت کلامی اختیار نہیں کی اور اخوند درویزہ کی اسی سخت کلامی سے بایزید کے معتقدین نے فائدہ اٹھایا او
یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ پیر بابا اور ان کے ساتھیوں کی مخالفت مغل حکمرانوں کی ہمدردی میں تھی[14] جب
ایسا نہیں تھا اس لیے کہ جب بایزید نے اکبر کو مذہبی شخصیت کی حیثیت سے اپنے افکار سے آگاہ کیا
اکبر نے بایزید کو ہر ممکن تعاون کا نہ صرف یقین دلایا بلکہ نہایت واضح طور پر کہا کہ میں نے شیخ کی پیروی قبول ک
اور جو خدمت وہ کہیں میں بجالانے کے لئے تیار ہوں اور پھر تحائف بایزید کے لئے بھجوائے اور اس کے
خلیفہ کو بھی خلعت سے نوازا ہے[15]

اگر پیر بابا اکبر کے اپنے نمائندے ہوتے تو اکبر بایزید کو مذہبی شخصیت کی حیثیت سے کیسے قبول کرتا
اکبر نے تو روشنیہ تحریک کی مخالفت اس وقت کی جب اسے اپنا سیاسی اقتدار گھٹتا ہوا نظر آیا۔ جہاں
بایزید کی تحریک کا تعلق ہے تو اس خطے کے رہنے والوں پر اس کے مذہبی معاشرتی ، ادبی ، ثقافتی اور سیا
اثرات مرتب ہوئے۔

مذہبی اور معاشرتی اثرات | بایزید نے اپنی تحریک خود اعتمادی اور روحانی تزکیہ کی بنیاد پر شروع
انہوں نے محسوس کیا کہ ان کا اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ لوگوں کو اللہ کی وحدانیت کی تعلیم دیں تاکہ لوگ اپنی
روش چھوڑ کر صحیح راہ اختیار کریں۔ لوگوں نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اور خالص دین کی اشاعت کے
سینہ سپر ہو گئے۔ اور یہ تعلیم دی کہ ظاہری عبادات کا کوئی اثر نہیں ہوتا جب تک کہ انسان بدنی طہارت ، قلا
صفائی اور روحانی تزکیہ حاصل نہ کرے۔

بایزید کی اس تعلیم و تربیت کا یہ اثر ہوا کہ لوگوں نے غلط روایات کو ترک کر دیا۔ حصول علم اور عبادا
کے شوق میں مگن ہو گئے اور اس طرح پورا معاشرہ حصول خیر و فلاح کی طرف راغب ہو گیا۔ جس کا اعتر
اخوند درویزہ نے ان الفاظ میں کیا ہے۔
جب میں بایزید کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا تو صبح کی نماز میں وہ آگے ہوا اور اس کے مریدوں نے اس کے
نماز پڑھی[16] اسی طرح بایزید نے حکمرانوں کو اصلاح کی جانب راغب کیا۔ تاکہ ان کی اتباع میں عوا
اپنی اصلاح کریں۔ چنانچہ بایزید نے مذہبی تبلیغ کا فریضہ اس انداز میں ادا کیا۔
"اے حکمرانو تمہارے دین اور ایمان کے سلسلہ میں میری غرض ہے کہ میری بات سنو اور وہ یہ
شریعت پر ثابت قدم رہو اور دوسرے لوگوں کو بھی ثابت قدم رہنے کی تاکید کرو۔ تاکہ وہ اخلاص کو اخت
کریں اور فرشتے نیکیوں کی کتاب میں ان کی بہت سی نیکیاں اور احسان لکھیں"[17] دراصل بایزید نے
دعوت میں بادشاہوں ، امراء اور قومی سرداروں کو مخاطب کیا اور اپنے مذہبی افکار کے ذریعہ اس

تکمیل کے بعد صوبہ سرحد کی وادی سوات کے مقام پاچہ کلے میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور وہیں ۹۹۱ ہجری میں انتقال فرمایا۔ (۴) اخوند درویزہ کا نام عبدالرشید تھا آپ پیر بابا کے خلیفہ اور بڑے عالم و زاہد تھے۔ کئی کتب کے مصنف ہیں۔ آپ ۹۴۰ ہجری میں سوات میں پیدا ہوئے اور ۱۰۴۸ھ میں وفات پائی۔

۵- اخوند درویزہ "تذکرۃ الابرار والاشرار" پشاور۔ مطبع محمدی ۱۹۲۰ء ص ۱۳۷ تا ۱۴۶

۶ تا ۱۲- قاسمی عبدالقدوس (مرتب) خیر البیان۔ از بایزید انصاری پشاور، پشتو اکیڈمی ۱۹۶۷ء ص ۷۸،۷۷

۱۳- احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات مجدد الف ثانی امرتسر مطبع اردو بازار ۱۳۴۰ھ مکتوب ۲ جلد ۲

۱۴- پیر بابا کے والد سید قبر علی ہمایوں کے دربار میں ایک فوجی عہدے پر فائز تھے۔ اور پیر بابا بھی اکثر اپنے والد کے ہمراہ دربار میں آتے جاتے تھے جس بنا پر یہ کہا گیا کہ پیر بابا مغلوں کے طرفدار تھے لیکن پیر بابا کا عمل اس کی نفی کرتا ہے۔ بایزید انصاری کی کتاب تذکرہ میں اس کی تفصیل موجود ہے کہ کس طرح آپ نے درباری زندگی کو خیر باد کہا اور والد سے الگ ہو کر حصول علم و معرفت کے لئے ہندوستان کا سفر کیا۔

۱۵- مخلص علی محمد (مرتب) حالنامہ از بایزید انصاری، پشاور پشتو اکیڈمی لائبریری مائیکرو فلم و ٹائپ نسخہ

۱۶- اخوند درویزہ تذکرۃ الابرار والاشرار۔ محولہ بالا ص ۱۴۲

۱۷- عبدالشکور (مرتب) صراط التوحید۔ از بایزید انصاری، پشاور۔ ادارہ اشاعت سرحد ۱۹۵۲ء ص ۲۷۱

۱۸- قاسمی، عبدالقدوس (مرتب) خیر البیان۔ از بایزید انصاری، محولہ بالا ص ۱۳

۱۹- خٹک خوشحال خان۔ صوات نامہ۔ پشاور۔ پشتو اکیڈمی لائبریری، مخطوطہ ص ۱۴

۲۰- خیر البیان۔ محولہ بالا کے ص ۱ تا ۳۰۰ کی تحریروں میں اسی طرح کی گفتگو درج ہے۔

- مخلص، علی محمد (مرتب) حالنامہ از بایزید انصاری محولا بالا ص ۴۵۳ - ۲۲۔ ایضاً

۲- یوسفی اللہ بخش۔ سرحد اور جدوجہد آزادی۔ لاہور۔ مرکزی اردو بورڈ۔ ۱۳۸۸ھ ص ۳۶۴

۲۱- ندوی۔ ابوالحسن علی سید۔ سیرت سید احمد شہید۔ لکھنؤ نامی پریس ۱۳۳۹ھ ص ۱۹۶

۲۱- جعفری، رئیس احمد (مرتب) خطبات قائد اعظم۔ قائد اعظم محمد علی جناح کا ۱۹۴۸ء میں پشاور کے مقام پر قبائلی جرگہ سے خطاب، جسے شعاع ادب لاہور نے ۱۹۶۱ء میں شائع کیا +

مضمون نگار حضرات سے التماس ہے کہ مضامین صاف اور خوشخط کاغذ کے ایک طرف روشنائی سے تحریر فرمائیں۔
شکریہ

Adarts CAR-6/80